الواح الصنادید

جناب پروفیسر محمد اسلم، شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

کراچی کی معروف شاہراہ ڈرگ روڈ پر واقع گورا قبرستان کے عقب میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا گورستان ہے جو فوجی قبرستان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قبرستان مسلح افواج کے ملازمین یا ان کے اہل خانہ کے مختص ہے۔ اس قبرستان کے وسط میں مشہور شاعر سراج الدین ظفرؔ کی ابدی آرام گاہ ہے۔ ظفرؔ مرحوم ۲۵ مارچ ۱۹۱۲ء کو جہلم میں پیدا ہوئے۔ موصوف سراج الاخبار کے مدیر اور حدائق الحنفیہ کے مصنف مولوی فقیر محمد جہلمی کے نواسے ہیں۔ ان کی والدہ بیگم عبدالقادر صدائے جرس، لاشوں کا شہر، راہبر، وادیٔ قاف اور تخت بارغ جیسی بلند پایہ کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ ظفرؔ کو بچپن ہی میں علمی ماحول مل گیا جس نے ان کی شخصیت و کردار کی تعمیر میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ موصوف جوان ہوئے تو ان کی شادی مولوی فیروزالدین بانی فیروز سنز کی صاحبزادی سے ہوگئی اور یوں ان کا تعلق ایک اشاعتی ادارے سے قائم ہوگیا۔

ظفرؔ مرحوم نقوشِ ادب، آئینے، زمزمۂ حیات، غزال و غزل اور "جمعیت اقوام پر ایک نظر" جیسی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

میکشی ہوتی ہے بے موسمِ گل بھی لیکن موسمِ گل میں بہ اندازِ دگر ہوتی ہے
وائے اے گردشِ دوراں کہ ہوئی بند شراب بالوئے شہرِ سبا شہر بدر ہوتی ہے

کھلتا نہ تھا کہ کیا ہے خمِ زلفِ دلبراں
کل رات ناگہاں یہ معمہ بھی حل ہوا

کیا سنواریں گیسوئے تحقیق حق اور کھل جاتے ہیں جوں جوں باندھیے

غزالِ شہر کو دعوائے رم تو تھا لیکن کھڑے تھے ہم بھی سرِ راہ گذر قضا کی طرح
حریمِ ناز میں تنھی تیزی نفس بھی گراں معاملہ کسی گل رخ سے تھا صبا کی طرح

تالیف کے ہمیں بھی ہیں نسخے ہزار یاد
اس شہر کے غزال کم آمیز ہی سہی

کل بہ وقت مے نوشی کائنات کے اسرار تہ سے صف بہ صف ابھرے تا محیط جام آئے
دختران گل میرے گرد ناچتی آئیں یں چمن میں کیا آیا، گو بیوں میں شیام آئے

سراج الدین ظفر کے لوحِ مزار پر یہ عبارت منقوش ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

سراج الدین ظفر

تاریخ پیدائش ۲۵ مارچ ۱۹۱۲ء جہلم
تاریخ وفات ۶ مئی ۱۹۷۲ء کراچی

ظفر سے دور نہیں ہے کہ یہ گدائے الست
زمیں پہ سوئے تو اورنگ کہکشاں سے اٹھے

فوجی قبرستان کی شمالی دیوار کے ساتھ راشد منہاس کی ابدی خواب گاہ ہے۔ مرحوم پاک فضائیہ میں پائلیٹ آفیسر تھے۔ انھوں نے ایک جہاز کے اغوا کو روکتے ہوئے اپنی جان داؤ پر لگادی اور پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشانِ حیدر" حاصل کیا۔ راشد کی قبر پر جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پائلٹ آفیسر
راشد منہاس شہید
(نشانِ حیدر)

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

مومن کا نشاں اور منافق کا نشاں اور
راشد کی شہادت پہ ہے اقبال کا یہ قول

۱۳۶ + ۱۲۵۵ = ۱۳۹۱ھ (اکرم قمر ایڈیٹر ہلال)

تاریخ پیدائش ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء
تاریخ شہادت ۲۰ اگست ۱۹۷۱ء

سراج الدین ظفر کی قبر سے جانب جنوب مغرب سات میٹر کے فاصلہ پر مشہور شاعر احمد الدین اظہر، جو علمی و ادبی حلقوں میں اے، ڈی، اظہر کے نام سے معروف ہیں، محوِ خواب ابدی ہیں۔ اظہر مرحوم کا مجموعۂ کلام لذت آوارگی کے عنوان سے ۱۹۶۱ء میں لاہور سے طبع

ہو چکا ہے۔ پروفیسر حمید احمد خاں، سابق وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
لذت آوارگی کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: "اظہر کے متعلق یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ
ان کے ذاتی سوز کی جھلک ان کی خوش باش معاشرتی زندگی میں دکھائی نہیں دیتی
لیکن زیرِ نظر مجموعۂ کلام کے قارئین کئی ایسی غزلیں دیکھ کر چونک پڑیں گے جو فریاد
لے میں شاعر کے دل سے گویا اُبل پڑی ہیں۔ لذتِ آوارگی میں تغزل کا یہ رچا
و رنگ حلقۂ احباب اظہر کے لیئے ایک انکشاف کی حیثیت رکھتا ہے۔"

اظہر مرحوم کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

ہے محبت بھی عجب کھیل کہ اس بازی میں
لطف سے کبھی لذت، کبھی دشنام سے ہے

اپنے دل میں ہے بہت کچھ، اظہرؔ یاد آ لے، تو جتائیں گے تمھیں

وہ بلاتے تو ہیں مجھ کو مگر اے جذبۂ دل
شوق اتنا بھی نہ بڑھ جائے کہ جائے نہ بنے

دلِ غریب کو گھر کا ہوا نہ چین نصیب اُسے تو عمر سرِ رہگذار گذری ہے
یہ سادگی تو ذرا دیکھیئے، وہ پوچھتے ہیں کہ زندگی تری کیوں بے قرار گذری ہے
میں اپنے دعویٔ الفت سے آج باز آیا گذر گئی ہے، مگر شرمسار گذری ہے

مری عاشقی سہی بے اثر، تری دلبری نے بھی کیا کیا؟
وہی میں رہا، وہی بے دلی، وہی رنگ لیل و نہار ہے

تری بے رخی پہ فدا ہوں میں، تجھے شرمسار تو کرگئی
یہ جو لطف مجھ پہ ہے ناگہاں، یہ اُسی نشے کا خمار ہے
نہیں خوب کچھ، نہیں زشت کچھ، یہ نگاہ و دل کے طلسم ہیں
کبھی ہے چمن کا چمن خزاں، کبھی ایک گل ہی بہار ہے
یہ نمازِ عشق ہے زاہدو، یہاں احتیاط کا کام کیا
وہی ہوشیار ہے اس جگہ کہ جو مست جلوۂ یار ہے

جانِ اظہرؔ، یوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ پھر
یاد فرمایا گیا ہوں بھول جانے کے لئے

یہ ہیں عشق ہی کی کرامتیں کہ سبھی ہیں میں نے ملامتیں
ہیں عجیب شے یہ ندامتیں کہ انھیں سے ہے مری زندگی
میں یہ جانتا تھا کہ خواب ہے، ترا لطف محض سراب ہے
مگر اس کا کوئی جواب ہے کہ رُکی نہ تشنہ لبی مری
کوئی راگ جیسے دھڑک اٹھے کوئی آگ جیسے بھڑک اٹھے
یہ ترے خیال کی نغمگی، یہ ترے جمال کی چاندنی

زندگی جام و سبو ہی سے تو ہے
اُن لبوں کی گفتگو ہی سے تو ہے
میکشوں کی خامشی اچھی نہیں
میکدہ اس ہا و ہو ہی سے تو ہے
اظہرِؔ نادار کی یہ آن بان
عاشقی کی آبرو ہی سے تو ہے

اظہر مرحوم کے لوح مزار پر یہ عبارت درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

احمد الدین اظہر

تاریخ وفات

۱۰ر صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۴ر فروری ۱۹۷۴ء

انا للہ و انا الیہ راجعون

اسی قبرستان کے جنوب مشرقی گوشے میں ایک گنبد کے نیچے ملک غلام محمد، سابق گورنر جنرل پاکستان کی قبر ہے۔ موصوف کو حاجی وارث علی شاہ بانیٔ سلسلہ وارثیہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی اس لئے انھوں نے اپنے نام کے ساتھ "وارثی" بھی لکھوایا ہے۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ ایک بار چند خوشامدیوں نے ان سے کہا کہ ان کے پیشرو حکمرانوں کے ساتھ قائداعظم اور قائدملت جیسے القابات لکھے جاتے تھے، وہ بھی اپنے لئے کوئی اچھا سا لقب پسند کرلیں۔ ملک صاحب نے فوراً یہ سجع پڑھا:

نازم بنام خویش کہ غلام محمد است

ملک غلام محمد کی قبر کے تعویذ پر یہ عبارت درج ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ملک غلام محمد

(وارثی)

سابق گورنر جنرل پاکستان

پیدائش ۲۰ر اگست ۱۸۹۵ء وفات ۲۹ر اگست ۱۹۵۶ء

کل من علیہا فان

گنبد سے باہر جانب شرق ملک غلام محمد کی رفیقۂ حیات بادشاہ بیگم (م ۳ر فروری ۱۹۶۱ء) اور ان کے فرزند ملک انعام محمد وارثی (م ۱۹ر اپریل ۱۹۸۱ء) آسودۂ خاک ہیں۔

اسی قبرستان میں ملک غلام محمد کی قبر سے جانب شمال مغرب بیس میٹر کے فاصلے پر پاکستان کے معروف صنعت کار اور بزرگ سیاستدان میرزا ابوالحسن اصفہانی کی آخری آرام گاہ ہے۔ موصوف مندرجہ ذیل کتابوں کے مصنف ہیں:

1- LENINGRAD TO SAMARQAND

2- 27 DAYS IN CHINA

3- JINNAH - ISPAHANI CORRESSPONDANCE 1936 - 1948

4- QUAID-I- AZAM JINNAH AS I KNEW HIM

اصفہانی کی قبر کے تعویز پر یہ عبارت بغایت خوش خط منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انا للہ وانا الیہ راجعون

میرزا ابوالحسن اصفہانی

تاریخ پیدائش ۲۳ر جنوری ۱۹۰۲ء

تاریخ وفات ۱۸ر نومبر ۱۹۸۱ء

بابوش نگر کے قبرستان میں جنوبی راستے سے داخل ہوں تو دائیں ہاتھ پہلے ہی احاطہ میں چند کچی قبریں ہیں لیکن ان کے سرہانے الواح نصب ہیں۔ اس احاطہ میں سب سے نمایاں قبر مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی کی ہے۔ ان کا شمار قائد اعظم کے معتمد ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مشرقی پاکستان میں پاکستان کا

پرچم موصوف نے ہی لہرایا تھا۔ مولانا کی تصانیف میں سے انوار النظر فی آثار الظفر، انتخابِ بخاری اور بنیان المشید کا ترجمہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی قبر پر جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت درج ہے:

۷۸۶

اِنہٗ لفی روح و ریحان وجنت نعیم

۱۳۹۴ھ

شیخ الاسلام الحافظ الحجۃ السند المحدثؒ

الفقیہ مولانا الحاج ظفر احمد العثمانی

التھانوی ابن اخت حکیم الامۃ مولانا

اشرف علی التھانوی ولسانہٗ وقلمہٗ

نور اللہ مرقدھما

مولدہ ۱۳ ربیع الاول سنۃ ۱۳۱۰ھ

وفاتہ ۲۳ ذوالقعدہ سنۃ ۱۳۹۴ھ

فی یوم الاحد

مطابق ۸ دسمبر سنۃ ۱۹۷۴ء

ظفر احمد زہے مرد حق آگاہ

مکیں خلد شد مغفور باللہ

۱۳۹۴ھ

اسی احاطۂ قبور میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک نامور خلیفہ شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ محو استراحت ہیں۔

موصوف اعظم گڈھ کے ایک نواحی گاؤں بہ چھاؤں کے رہنے والے تھے۔

شاہ صاحب ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۸ھ میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے۔ پھول پور میں مدرسہ قائم کیا تو اسی نسبت سے پھولپوری مشہور ہو گئے۔ ان کی تصانیف میں سے معرفت الٰہیہ، معیت الٰہیہ، صراط مستقیم اور ملفوظات قابل ذکر ہیں۔

شاہ عبدالغنی اپنے ہمعصروں میں زہد و ورع کی وجہ سے ممتاز تھے۔ میرے ایک فاضل دوست پروفیسر احمد سعید نے "بزم اشرف کے چراغ" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ شاہ صاحب کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے:

۷۸۶

دخل فی باب جنت النعیم

۱۳۸۳ھ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری قدس سرہ العزیز

از اکابر خلفاء حضرت مولانا حکیم الامت (تھانویؒ)

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ یوم شنبہ

۱۲ اگست ۱۹۶۳ء

تھانوی حضرات کے مزارات سے جو پختہ سڑک قبرستان کی شمالی دیوار کی طرف جاتی ہے، اس پر حیرت شاہ وارثی کے مزار سے اندازاً چالیس میٹر جانب جنوب مغرب سمنٹ کی بے قلعی جالیوں والے احاطے کے اندر تین قبریں ہیں۔ ان میں سے رفعت سلطانہ کی قبر پختہ ہے اور باقی دونوں قبریں کچی ہیں، ان میں سے ایک قبر پاکستان کے نامور ماہر اقتصادیات، علم دوست اور ادیب نواز، ممتاز حسن مرحوم کی ہے اور ایک ان کی اہلیہ کی۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا جب پاکستان میں چلنے والے کرنسی نوٹوں پر ممتاز حسن

کے دستخط ہوا کرتے تھے اور آج ان کی قبر بے نام ہے۔ ممتاز حسن مرحوم کے بارے میں پیر حسام الدین راشدی نے بڑا اچھا ریمارک دیا تھا۔ پیر صاحب فرماتے ہیں اگر ممتاز حسن پاکستان میں نہ ہوتے تو اہل علم کے لئے یہاں رہنا مشکل ہوجاتا۔

ممتاز حسن مرحوم نے اپنی ذاتی کاوش سے نیشنل بنک آف پاکستان میں ایک عجائب گھر قائم کیا تھا جس میں قرآن حکیم کے حسین ترین قلمی نسخے اور نادر مخطوطات محفوظ ہیں۔

ممتاز حسن کی اکلوتی بیٹی رفعت ان کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گئی تھی۔ غمزدہ باپ نے اپنی بیٹی کی یاد میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ایک الگ شعبہ کھول دیا اور اپنی اور اپنی بیٹی کی جمع کردہ کتابیں اس شعبہ میں وقف کردیں۔

ممتاز حسن نے اپنی بیٹی کی قبر پر یہ عبارت درج کرائی تھی جو ان کے ذوق کی آئینہ دار ہے:

۷۸۶

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

رفعت سلطانہ

بنتِ ممتاز حسن

۹ جون ۱۹۳۳ء تا ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء

فتقبلہا ربہا بقبولٍ حسنٍ وانبتہا نباتاً حسناً

حیرت شاہ وارثی کی درگاہ کی مشرقی دیوار کے باہر وزیر کانپوری نام کے ایک شاعر دفن ہیں۔ ان کی لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

۷۸۶

شاعرِ جہاد

جناب وزیر حسین وزیر کانپوری

ولد

تجمل حسین

تاریخ وفات ۶؍اگست ۱۹۷۲ء بروز اتوار

بوقت ۸½ بجے شب بعمر ۷۷ سال

ہماری قبر میں ہوگا چراغاں بعد مرنے کے

ہمارے داغِ دل چمکیں گے نورِ مصطفےٰ ہوکر

اس کے علاوہ اور بھی اوٹ پٹانگ قسم کے اشعار لوح پر درج ہیں۔

اسی قبرستان میں نیاز فتح پوری کے مزار کے سرہانے برصغیر پاک وہند کے نامور سیاستداں نواب سر محمد یامین خاں کی قبر ہے، سر یامین نے اپنی سرگذشت "نامۂ اعمال" کے نام سے تحریر کی تھی جو ۱۹۷۰ء میں دو ضخیم جلدوں میں لاہور سے طبع ہوچکی ہے۔ تحریک آزادی میں مسلمانوں کی جدوجہد اور قربانیوں کے بارے میں یہ کتاب معلومات سے پُر ہے۔

سر یامین کی قبر کے تعویذ پر یہ عبارت منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواب سر محمد یامین خاں

کے سی؛ سی، آئی، ای

ولد

حاجی محمد سلیمان خاں

تاریخ وفات

جنت مکین یامین خاں

۱۳۸۵ھ

۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء مطابق ۳ ذالحجہ (کذا) ۱۳۸۵ھ

عمر ½۷۹ سال

قطعۂ عقیدت

مارچ سن چھیاسٹھ کی تھی تاریخ ستائیسویں
جب مرا دل ہو گیا فرطِ مصیبت سے حزیں
جن کو سر یامین سب کہتے تھے اہلِ آرزو
مثل جن کا آج تک اب تک کہیں دیکھا نہیں
صاحبِ اخلاق بھی تھے صاحبِ اکرام بھی
دشمنوں کو بھی تھا ان کی نیک فطرت کا یقیں
آہ سب کو چھوڑ کر یادِ خدا کرتے ہوئے
رحمتِ حق سے ہوئے وہ داخلِ خلدِ بریں

سر یامین کی قبر کے برابر ان کی رفیقۂ حیات لیڈی احمد بانو (م ۱۹ جنوری ۱۹۷۰ء) کی قبر ہے۔

سر یامین کی قبر سے پچیس میٹر جانب شمال محمد عبداللہ خاں خویشگی کی قبر ہے۔ ان کی تصانیف میں سے "فرہنگ عامرہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ان کی یہ مایۂ ناز تصنیف کراچی سے ۱۹۵۷ء میں طبع ہو چکی ہے۔

خویشگی مرحوم نے تہذیب الاخلاق میں سے سر سید احمد خاں کے مقالات مرتب کئے تھے۔ یہ مقالات ۱۹۵۲ء میں علی گڑھ میں طبع ہو چکے ہیں۔ مرحوم نے اپنے نام مشاہیر

کے خطوط "بوستان قلم" کے عنوان سے شائع کر دیئے تھے۔ اس مجموعۂ مکاتیب میں خواجہ حسن نظامی، احسن مارہروی، سر تیج بہادر سپرو، عرشی رام پوری، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا حسین احمد مدنی، محمد دین فوق، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، محی الدین زور، وحشت کلکتوی، تاجور نجیب آبادی، مفتی کفایت اللہ، پطرس بخاری، عبدالرزاق ملیح آبادی، کلیم الدین احمد، تاثیر، عبدالرحمٰن چغتائی، ریاست علی ندوی، عبدالسلام ندوی، سید احتشام حسین، شاہ معین الدین احمد ندوی، احمد میاں اختر جوناگڑھی، سعادت حسن منٹو، اوپندر ناتھ اشک اور اشتیاق حسین قریشی جیسے مشاہیر کے خطوط شامل ہیں۔

خویشگی مرحوم کی قبر پر جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت درج ہے:

۷۸۶

محمد عبداللہ خاں خویشگی

مشفق، ناصح اور پیارے والد

پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ خورجہ

وفات ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ کراچی

ولی اللہ، ثنار اللہ و ہدایت اللہ پسران

خویشگی کی قبر سے جانب مغرب، الطاف حسن مدیر روزنامہ ڈان کی قبر سے دس میٹر کے فاصلہ پر علامہ محمود الحسن بہار کوٹی محو خواب ابدی ہیں۔ موصوف افسانہ نگار اور شاعر تھے۔ ان کے افسانوں کے دو مجموعے خاکستر اور گل گیر کے عنوانات سے طبع ہو چکے ہیں۔ ان کا آبائی وطن بہار کوٹ ضلع فتح پور ہسوہ تھا، جہاں موصوف ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد علامہ بہار کوٹی کراچی چلے آئے جہاں ان کا تریسٹھ برس کی عمر میں ۱۹۷۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

علامہ بہار کوٹی کی قبر پر جو کتبہ نصب ہے اس پر یہ عبارت منقوش ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

مزار اقدس

ناخدائے سخن حضرت علامہ محمود الحسن بہار کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۲ فروری ۱۹۷۱ء

عمر ۶۳ سال

از نتیجۂ فکر وقار صدیقی

اے بہار اے متاعِ ادب جانِ فن
رحمتِ حق رہے تجھ پر سایہ فگن
تیرے افکار نے تیرے اشعار نے
زندگی کو دیا اک نیا بانکپن
تو تہہ خاک بھی ہے اساسِ نمو
اے بہارِ سراپا وفارِ وطن
کتنی شمعیں ہیں اب تک جلائے ہوئے
تیرے خورشیدِ اخلاص کی ہر کرن
کہہ و آواز آئی یہی غیب سے
فکر تاریخ میں تھا جب میں غوطہ زن
تجھ کو اللہ نے واقعی بخش دی
جاوداں مملکت ناخدائے سخن

۱۹۷۱ء

علامہ بہار کوٹی کی قبر سے جانب مغرب بیس میٹر کے فاصلہ پر مشہور شاعر آمیر گلاؤٹھوی دفن ہیں ۔ ان کی لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قطعہ تاریخ وفات سید امیر حسن صاحب آمیر گلاؤٹھوی مرحوم و مغفور

امیر لیفی جناب امیر حسن مرحوم
ان کی رحلت بھی کیا قیامت ہے
کل جو تھا رونقِ چمن اے دل
آج جلوہ فضائے جنت ہے
شاعر خوش نوا اور شعر نواز
بزمِ شعری میں جن کی شہرت ہے
ہمہ تن خلق و خدمت و اخلاص
یاد مرحوم کی محبت ہے
قلم ان کا تھا ابرِ گوہر بار
نقش جاوید ان کی عظمت ہے
گوشۂ خلد میں ہیں آج مکیں
گنج مغفور سالِ رحلت ہے

۱۳۹۹ھ

۲۰ رمئی بروز اتوار ۱۹۷۹ء